

## نبی کریم ﷺ کے بعض بشری تقاضے اور خصائص

مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ

سمجھ لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی بشریتِ کاملہ میں جو بشری تقاضے اور آثار و خصائص ہیں، وہ بھی نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے انسان اور ذی مرتبت شخصیت کے آثار و مظاہر سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں، مثلاً دیکھیں:

### پسینہ

ہر آدمی کو پسینہ آتا ہے اور یہ پسینہ آنا کوئی عیب و نقص نہیں، بلکہ صحت کے لیے ضروری ہے۔ تاہم پسینہ کی کثرت ناگواری طبع اور ناپسندیدگی کا باعث ضرور ہوتی ہے، بلکہ بعض افراد کے پسینہ سے جلد ہی بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ بہر نوع بدبو نہ بھی آئے تو پسینہ میں کون سی کشش اور دلچسپی کا عنصر ہوتا ہے، پسینہ آتے ہی گھٹن اور کوفت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اب ذرا رحمتِ کائنات ﷺ کے بدن اطہر کے پسینے کا تصور فرمائیں، جس پسینے کی مہک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کریم ﷺ کو باسانی تلاش کر لیتے کہ جس گلی، کوچے، چٹان، درخت کے پاس سے گزر ہوا، معطر و منور فضا میں پتہ دے رہی ہیں کہ عطر بیز جسد اطہر والے گزرے ہیں۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ: حضور انور ﷺ کبھی بکھار دو پہر کا قیلولہ میرے ہاں فرماتے۔ نبی کریم ﷺ کو پسینہ کثرت سے آتا تھا، دورانِ استراحت حضور ﷺ کے آرام میں خلل ڈالے بغیر چپکے سے میں آپ کا پسینہ ایک شیشی میں اکٹھا کر لیتی تھی۔ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کا پسینہ اکٹھا کر رہی تھی کہ آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں۔ یہاں عجیب جملہ ارشاد فرمایا: ”نُصَلِّحُ بِهَا عَطُورَنَا“ کہ ”ہم اس پسینہ مبارک سے اپنے پاس والے عطریات و خوشبویات کی اصلاح کر لیتے ہیں“ یعنی آپ کا پسینہ ہمارے پاس جو خوشبوئیں اور عطر ہیں ان کو اعلیٰ و عمدہ بنا دیتا ہے، گویا کہ آپ ﷺ کا پسینہ خوشبو گر ہے، خوشبو ساز ہے۔ قارئین! آپ نے غور کیا؟ بشری تقاضے اپنی جگہ کہ پسینہ آنحضور ﷺ کو بھی آتا تھا، مگر کسی سے تقابل یا موازنہ ممکن نہیں، فرق و تفاوت بھی سوچ و فکر سے وراء ہے۔

## جسم کے بال

عام لوگوں کے جسم کے بال جب تک تناسب سے حدِ اعتدال پہ ہوں تو جسم پہ بھلے لگتے ہیں، مگر جسم سے الگ کرنے کے بعد وہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ سر کے بال، مونچھیں زیادہ بڑھ جائیں تو بد صورتی کے علاوہ میل پکڑ لیتے ہیں، جوئیں بھی پڑ جاتی ہیں، خارش ہونے لگتی ہے، وغیرہ، وغیرہ۔ ذرا سرور کونین ﷺ کے جسدِ اطہر سے اترے بالوں پر غور کریں۔ نبی کریم ﷺ جب حجامت بنواتے تو خود بال اُتارنے والے کی قسمت جاگ اُٹھتی، اپنی سعادت پہ وہ نازاں وفرحاں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہد کی مکھیوں کی طرح اُن پر جھپٹتے، ایک ایک بال کے طلبگار ہوتے، جسے براہِ راست نہ مل سکتا وہ اپنے دیگر ساتھیوں سے لے لیتا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر چونکہ احرام کھولا گیا تھا تو سر منڈانے کے باعث کافی مقدار میں بال تھے، جو خود تقسیم فرمائے۔ روایات میں یہ بھی موجود ہے ایک صحابیؓ نے حضور کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ کے چند بال مبارک ایک نلکی میں محفوظ کر رکھے تھے۔ جہاں کسی بچے کی آنکھ دکھنے لگتی، پھنسی نکل آتی یا کوئی عارضہ لاحق ہوتا تو متعلقہ حضرات بڑی اماں کے پاس جا کر عرضِ احوال کرتے۔ اماں جی پانی کا گھونٹ لے کر اس نلکی میں ڈال کر ہلاتیں اور وہ محلول سائل کو دے دیتیں، وہ جامِ صحت بچے کی آنکھ پر مل لیا جاتا یا پانی پلا دیا جاتا۔ سبحان اللہ! مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہاں بیان نہیں کی جاسکتی کہ حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی سے جن کے پاس آنحضور ﷺ کے متعدد بال مبارک تھے، بڑی لجاجت و منت سماجت سے نبی کریم ﷺ کے چند بال عطا کرنے کی درخواست کی اور جب صحابی رضی اللہ عنہ نے تمنا و چاہت پوری کر دی اور بال مبارک عطیہ کر دیئے تو وہ ان کے بڑے مرہونِ منت ہوئے اور بہت سا مال و زر اُن کی نذر کیا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وقتِ وصال سے قبل اپنے لواحقین کو یہ وصیت فرمائی کہ میری میت کی تجہیز و تکفین کے بعد یہ بال مبارک میری میت کی آنکھوں میں رکھ دیئے جائیں اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سپرد کر دیا جائے۔ قارئین! یہاں بھی بشریتِ رسول کا تقاضا اور اس کے آثار کا ظہور اپنی جگہ، مگر موازنہ یا مماثلت کا دعویٰ کیوں کر کیا جاسکے گا؟

بہ میں تفاوت از کجا تا کجا است

## حشرات کے بارے میں

مکھی چمچر وغیرہ ہر جسم پہ بیٹھتے ہیں، یہ کسی کے لیے پسندیدہ اور خوش کن صورت حال نہیں ہوتی، بلکہ آدمی ان موذی چیزوں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ گندگی سے پیدا ہونے والے جانور ہیں اور قابلِ نفور بھی ہیں۔ رحمتِ کائنات ﷺ کے جسدِ اطہر و طیب پر کبھی بھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ ہی جسدِ اطہر سے ٹکرائی، نہ ہی آپ کے اوپر سے گزری، نہ ہی آپ کو کبھی چمچرنے کا ٹا۔ البتہ چھو کے

تم خدا کو فراغت اور عیش میں یاد رکھو، خدا تمہیں تمہاری مصیبت اور سختی میں یاد رکھے گا۔ (حضرت محمد ﷺ)

بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ بچھو نے آپ ﷺ کے پاؤں پہ کاٹنے کی کوشش کی، آنحضرت ﷺ نے وہیں اپنی نعلین مبارک سے اسے نچل دیا اور یہ ارشاد بھی فرمایا: ”یہ عقرب (بچھو) لعنتی جانور ہے، یہ انبیاء پر بھی حملہ کرنے سے نہیں ملتا۔“ قارئین: آپ نے دیکھا! یہاں بھی یہ انفرادیت صرف اور صرف جسدِ کریم ﷺ کو ہی حاصل ہے، کوئی اور آپ کا شریک نہیں۔

### قد کا ٹھ

انسانی قد کا ٹھ کی بھی یکسانیت نہیں ہوتی، کوئی بلند قامت تو کوئی پست قد، کوئی نہایت لاغر و اکھرے بدن کے، تو کوئی اچھے خاصے مُتَبَدِّل (بھاری جسم والے) ہوتے ہیں، یہاں تک کہ حضراتِ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دراز قد اور وجیہ تھے، جبکہ حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا قد مبارک اونچا نہیں تھا۔ حضرت سرورِ کونین ﷺ کا قد مبارک نہ لمبا تھا، نہ ٹھگنا اور نہ ہی اکھرا، نہ چوڑا چکلا (ظاہر ہے جس ذات کی تراش و خراش، تزئین و تحسین خود خلاق کائنات نے براہِ راست اپنے طور پر فرمائی، اس کا ثانی ہونا ممکن نہیں) یہاں یہ تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی، یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب حضور کریم ﷺ اپنے مصاحبین اور فداکاروں میں مَحْسُوف ہوتے یا جلوہ افروز ہوتے تو سب سے اونچے اور بلند نظر آتے، حالانکہ بلند قامتی نہ تھی، مگر خلاقِ عالم نے ”وَرَفَعْنَا لَكَ“ کا جلوہ یہاں بھی قائم رکھا ہوا تھا، یعنی رفعت اور بلندی قد کا ٹھ کی نہ تھی، شان و آن کی تھی۔ قد مبارک متوازن و حسین تھا: ”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ“ سفر میں آنحضرت ﷺ سب سے اونچے نظر آتے تھے اور ہم رکاب صحابہ سے نکلا ہوا بلند و بالا اور واضح جسم صرف آنحضرت ﷺ کا ہی ہوتا تھا۔

### ماء مستعمل

انسانی بدن ناپاک گرچہ نہ بھی ہو، پھر بھی اس سے ٹپکتا گرتا پانی اصطلاحِ فقہ میں ماءِ مستعمل کہلاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ طاہر غیر مطہر ہے، یہ پانی ناپاک یا حرام نہیں کہلائے گا، مگر استعمال شدہ پانی سے آئندہ نہ غسل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وضو کیا جاسکتا ہے اور نہ کھانا پکانے، آٹا گوندھنے میں استعمال درست ہے، ہاں! ناپاک کپڑا اس سے پاک ہو جائے گا، پیا جاسکتا ہے، زمین پر گرا ہو تو اُس پر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستعمل پانی ناپاک ہے، کیونکہ اس میں گناہوں کی نجاست شامل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ایسے ہی وارد ہے، مگر دیگر اکابر امت کی رائے وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ بہر حال یہ بات آپ کے علم میں آگئی کہ استعمال شدہ پانی ایک گونہ ناپسندیدہ شے ہے، ناقص ضرور ہے، اعلیٰ نہیں۔

لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کرو، جسے وہ نہیں سمجھتے اسے چھوڑ دو۔ (حضرت محمد ﷺ)

حدیبیہ کے میدان میں مشرکین مکہ نے محمدی قافلہ کو عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا تھا۔ یہ داستانِ فدائیت اپنی جگہ اہل ایمان کے ایقان کو پختہ اور توانا کرنے والی تواریخِ اسلام کا حصہ ہے۔ طائف کے بنو ثقیفہ کے رئیس و سردار مسعود ثقفی نامی قریش کی طرف سے سفیر بن کر آئے ہوئے تھے، جہاں وہ مصالحتی کردار ادا کر رہے تھے، وہاں وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ محمدی رضا کاروں، جانثاروں کی کیا کیفیت ہے اور وہ کس حد تک جاسکتے ہیں، ان میں کتنا دم خم ہے؟! یہ صاحب جب مکہ مکرمہ واپس گئے تو قریش مکہ کے سامنے انہوں نے جو منظر دیکھا تھا، اس کی منظر کشی کچھ اس طرح کی:

”میں بڑے بڑے رؤساء، امراء اور شاہی درباروں میں گیا ہوں اور ان کے حاضر باش درباریوں کے آداب، رکھ رکھاؤ اور ٹھاٹھ باٹھ بھی اچھی طرح دیکھے ہیں، ان کے جذبوں اور اظہارِ محبت و الفت کے انداز بھی ملاحظہ کیے ہیں، مگر محمد (ﷺ) اور اس کے جاں نثاروں کی جو صورت حال میں نے دیکھی ہے وہ نرالی ہے، نہایت محیر العقول ہے۔ محمد (ﷺ) جب لعاب پھینکتے ہیں تو وہ لوگ اسے زمین پہ نہیں گرنے دیتے، بلکہ ہاتھوں پہ لے لیتے ہیں، اپنے منہ اور جسم پہ مل لیتے ہیں، جب وہ وضو کرتے ہیں تو پانی اپنے ہاتھوں پہ لے لیتے ہیں اور حاضرین میں سے جسے وہ پانی رش کے باعث نہ مل سکے تو وہ دوسرے ساتھی سے تھوڑی سی نمی لے کر اپنے اوپر مل لیتا ہے۔“

غور کیجئے! یہ شخص اس وقت ایمان نہیں لایا ہوا تھا اور دشمن کیمپ کا نمائندہ بن کر آیا ہوا تھا، مگر نبی مکرم ﷺ کے ہم رکاب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حسن عقیدت و وارفتگی اور دل بستگی کی روح پرور روئیداد کی منظر کشی کس بے ساختگی سے کر رہا ہے، گویا کہ اس نے قریش مکہ کو اپنے طور پر یہ حقیقت بتلا دی کہ جس شخص کے ارد گرد ایسے لوگ موجود ہوں کہ اس کے استعمال شدہ پانی اور لعاب کو ضائع نہیں ہونے دیتے، بھلا وہ لوگ ان کی ذات پر کوئی آج آنے دیں گے؟ قارئین! یہ صرف ایک واقعہ بطور استشہار ذکر کیا گیا، ورنہ دیگر کتنے استدلال پیش کیے جاسکتے ہیں، یہاں بھی موازنہ یا مطابقت کیسے متصور ہو سکتی ہے؟ ”تو کجا من کجا“

نیند

ویسے تو نیند انسانوں کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے اور انسانی ضروریات میں سے ایک اہم عنصر ہے۔ تاہم ایک غفلت، بے خبری، ایک گونہ بے بسی کا ظہور نیند سے سامنے آتا ہے۔ نیند میں آدمی اپنے آپ سے اپنے ماحول سے کٹ جاتا ہے، حالانکہ وہیں موجود ہوتا ہے۔ آج کے ہیجان خیز ماحول نے بعض لوگوں کو بے خوابی کا مریض بنا ڈالا ہے، چنانچہ وہ نیند لانے کے لیے خواب آور ادویہ استعمال کرتے ہیں، نیند نہ آتی ہو تو دیگر کئی قسم کے پاڑ پیلنے پڑتے ہیں، تاکہ نیند آئے اور جسم کو سکون میسر ہو۔

انبیاء کرام ﷺ کی نیند عام انسانوں کے برعکس خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ترین صالحین اور کاملین کی مقبول عبادت کے لمحات سے بھی کہیں بہتر ہوتی ہے۔ دیکھئے! حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہی تو تھا جس کی بنا پر انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا عظیم اقدام کیا اور مقبولیت کا مقام پا گئے، جبکہ اسلام میں فریضہ حج میں مقام منیٰ کے سب اعمال، قربانی، رمی جمار، وغیرہ انہی کی سنت ہیں۔ ارشادِ بانی ہے: ”وَتَسْرُكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ“ یعنی ہم نے ان کی اس قربانی کے عظیم عمل کو آنے والی نسلوں کے لیے جاری کر دیا۔ ظاہر ہے خواب کا تعلق نیند سے ہے اور یہ اس کی ہی فرع ہے، نیز معلوم ہوا کہ انبیاء ﷺ کی نیند میں دیکھی گئی چیز بھی وحی الہی کہلاتی ہے اور احکام شریعت کا حصہ بنتی ہے، بلکہ خود نبی کریم ﷺ پر سلسلہ وحی شروع ہونے سے قبل رویائے صالحہ کا سلسلہ جاری ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا: جو اس وقت خواب میں دکھایا جاتا نصف النہار کی طرح اس کا ظہور ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي أَوْ كَمَا قَالَ“ یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سونے سے ہر آدمی کا وضو جاتا رہتا ہے، مگر انبیاء کرام ﷺ کا وضو قائم رہتا تھا۔ قارئین کرام! آپ نے مذکورہ معروضات سے بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ بلکہ سب انبیاء کرام ﷺ اور دیگر ائمہ کی نیند اور خوابوں میں کتنا تفاوت اور عظیم فرق ہے۔

خون

خون جسمِ انسانی کا ایک ناگزیر حصہ ہے اور ہر جسم میں خون لازماً ہوتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں اس کا خروج بھی ہو ہی جاتا ہے۔ خون جسمِ انسانی کی بقاء و صحت کا ضامن ہے، مگر خون خواہ انسان کا ہو یا جانور کا، پھر جانور خواہ حلال ہو یا حرام، خون بہر حال ناپاک بھی ہے اور حرام بھی۔ بدن کپڑے یا زمین جس جگہ جہاں لگ جائے وہ نجس کہلائے گی، اسے پاک کرنے کے لیے دھونا یا دور کرنا ضروری ہوگا۔

جسدِ اقدس کا نبی کریم ﷺ نے جامہ کروایا، بدنِ اقدس سے نکلا ہوا ایک برتن میں پڑا تھا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے آئے تو حضور کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: عبد اللہ! یہ خون لے جاؤ، کہیں دبا دو۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وہ پیالہ اٹھا کر لے گئے۔ اب ضمیر کی خلش نے عجیب مخمضے میں ڈال دیا کہ مفرح موجودات، سید الاولیاء والآخرین کے جسدِ اطہر و اطیب، ارفع اعلیٰ سے نکلا ہوا یہ خون ہو اور یہ نعمت بے بہا میسر بھی ہو، میں اُسے پھینک دوں؟ دبا دوں؟ ضائع کر دوں؟ دماغ یہ وزن نہ اٹھا سکا، احساساتِ قلبی کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے چپکے سے وہ پی لیا۔ جی ہاں! اپنے من کا یہ فیصلہ ان کو صحیح محسوس ہوا اور پھر خاموشی سے لاکر برتن رکھ دیا۔ حضور اکرم رحمتِ محسم ﷺ نے عبد اللہ کے چہرہ پر نگاہ ڈالی جو ان کی اندرونی کیفیت اور عرقِ بشارت کا پتہ دے رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا: پھینک آئے؟ سر ہلا کر عرض کی: جی چھپا، دبا آیا۔ حضور کریم روفِ رحیم ﷺ نے فرمایا: ”لَعَلَّكَ شَرِبْتَ“ یعنی ”شاید تو

نے پی لیا،..... یہاں انکار یا تاویل کی گنجائش نہ تھی اور نہ کوئی معذرت کی ضرورت۔ سبحان اللہ! اس پر ارشادِ نبوی کا حاصل کچھ اس طرح ہے کہ تمہارے دشمنوں کے لیے بربادی و ہلاکت ہے۔ گویا کہ فرمان یہ تھا کہ: میرے جسم سے کشید کردہ خون جس جسم کا حصہ بن گیا اس جسم کے کیا کہنے! اس کی جرأت و بسالت، ہمت و حوصلے کے کیا کہنے! اس شخص سے ٹکرانے والے کی بد قسمتی پر بھی تف ہے، اس کی شامت آئے گی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس حرکت پر تنبیہ نہیں کی، ٹوکا نہیں کہ یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے پی کیوں لیا! چہرہ انور پر کوئی ناگواری کا اثر بھی ظاہر نہیں ہوا۔ قارئین کرام! یہاں بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ بتقاضا ئے بشریت بطور علاج خون نکلوا یا گیا، یہ بات بس یہاں تک محدود رہے گی، آگے خون کے احکامات یا موازنہ یا تقابل یا کچھ مزید کہنا تو یہ بے ادبی اور گستاخی کے زمرے میں آئے گا، أعاذنا اللہ منها۔

نوٹ: سطور بالا اور گزشتہ معروضات سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ جسدِ اطہر سے نکلی دیگر رطوبات بھی اسی نسبت سے اعلیٰ و ارفع ہوں گی اور یہ تفاوت مبنی بر حقیقت ہوگا، مجاز یا صرف حسن عقیدت و محبت ہی نہ ہوگا۔

### فضلہ جات

آدمی جو خوراک کھاتا ہے اس کا کچھ حصہ جزو بدن بن جاتا ہے، باقی اس کا فضلہ بنتا ہے اور وہ اپنے فطری راستہ و طریق سے خارج ہوتا ہے، جسے ہم پیشاب پاخانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا خروج بھی ناگزیر اور امورِ طبعیہ سے ہے، یہ سلسلہ زندگی کا لازمہ ہونے کے باوجود دلچسپی یا دل بستگی کا عنوان نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی خوبی و کمال یا مقامِ مدح بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ بہ تقاضا ئے بشریت یہ عمل بھی جسدِ محمدی سے صادر ہونا تھا، سو ہوا۔ آخر اُمت کے لیے اس میں بھی ہدایت و راہنمائی چاہیے تھی۔ بعض اُمورا مت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے پیدا کر کے اپنے نبی ﷺ سے صادر کروائے، تاکہ ان کی اُمت کے لیے راہنمائی کا سامان ہو سکے۔ ایک یہودی نے ایک صحابیؓ کو بطورِ طعن کہا: تمہارے نبی نے تو تمہیں پیشاب کرنے کے بھی آداب سکھائے ہیں؟! اس پر صحابیؓ نے مرعوب ہونے کی بجائے پورے شرح صدر سے جواب دیا: ہاں! میرے نبی نے ہمیں بتلایا کہ رو بقبلہ ہو کر پیشاب مت کرو، نیچی جگہ سے اونچی طرف نہ کرو، پیشاب سے بچو، وغیرہ۔

### واقعہ موج

ایک مرتبہ حضور کریم ﷺ کے پاؤں میں موج آگئی (یا کمر میں تکلیف کے باعث اور بعض روایات کے مطابق گھوڑے سے اترتے گر کر چوٹ لگ گئی (کوئی بھی وجہ ہوئی تھی) جس کی وجہ سے آنحضور ﷺ چلنے پھرنے سے قاصر تھے، چنانچہ گھر میں ہی ایک گھی میں پیشاب کرنا پڑا۔ وہ برتن ایک

کونے میں رکھا تھا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی بریرہ آئیں تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: بریرہ! یہ لے جاؤ اور اور باہر پھینک آؤ۔ باندی وہ برتن اٹھا کر لے گئیں، مگر اگلا مرحلہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے امتحان کا تھا، وہ اپنے ضمیر اور حکم نبوی کے سامنے کشمکش میں مبتلا ہو گئیں۔ بالآخر اس کے ضمیر اور جذبہ عقیدت نبوی کے سامنے ہتھیار ڈال کر وہ فضلہ جو جسدِ محمدی سے نکلا تھا، نوش کر لیا، وہ برتن صاف کر کے گھر میں رکھ دیا۔ جب حضور کریم ﷺ کا سامنا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے پوچھ ہی لیا، پھینک آئی ہو؟ یہ اس کے لیے نیا امتحان سر پہ آن کھڑا ہوا، سچ کہتی تو پھر بظاہر حضور کریم ﷺ کے فرمان پہ عمل نہ کرنے کی مجرمہ بنتی اور غلط بیانی سرورِ کونین ﷺ کے حضور اور وہ بھی ایک صحابیہ سے... یہ بھی ممکن نہ تھا، خاموش رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فراستِ نبوی کی بنا پر فرمایا: "لَعَلَّكَ شَرِبْتِ"..." بریرہ! تم نے وہ پی لیا۔" اس پر نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا اس کا حاصل کچھ اس طرح ہے کہ: "اے بریرہ! تجھے آج کے بعد پیٹ کی کوئی بیماری نہیں لگے گی۔" گویا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اس مشروب کے باعث معدہ اور اندرون کی تمام بیماریوں سے محفوظ ہو گئیں۔

نوٹ: اس موقع پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کی ناگواری یا ناراضگی کا خدشہ تھا، وہ تو نہ ہوا، بلکہ اس حرکت سے قسمت جاگ گئی۔ دواءِ معدہ ومیرہ میسر آئی، اللہ اکبر کبیرا۔

### قضائے حاجت

نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ بعض مرتبہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ویسے بھی ضرورت ہی کم پڑتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی قضائے حاجت سے فراغت کے بعد کوئی اثر یا نشان نہیں پایا گیا۔ ایک سفر میں حضور ﷺ کو قضاءِ حاجت کی ضرورت تھی، وہاں آس پاس کوئی اوٹ یا ٹیلنا نہ تھا۔ حضور کریم ﷺ نے کافی فاصلے پر ایک درخت کو اشارہ کیا، درخت تعمیلِ ارشاد میں حاضر ہو گیا، پھر دوسرے درخت کو بلایا اور دونوں کی اوٹ میں فراغت کی، پھر ان دونوں درختوں کو واپس اپنی اپنی جگہ پر چلے جانے کا حکم ہوا اور وہ چلے گئے۔

قارئین باتمکین! سطورِ بالا میں مذکور بعض ان اعراض کا ذکر ہوا جو جسدِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہوئے اور یہ معروضات جسدِ نبوی سے خارج شدہ ناقص، نقص اور ادنیٰ سے ادنیٰ کے احوال تھے۔ سوچیں! ناقص کا یہ عالم ہے تو اعلیٰ و ارفع کی بالاتری کا عالم کیا ہوگا؟!

قلم این جا رسید و سر بشکست

اللهم صل وسلم على نبيك وعلى آله وأصحابه أجمعين

محمد بشر و ليس كالبشر

هو في الناس كالياقوت في الحجر